© rasailojaraid.com

کلمۃ المدیر

افراط و تفریط ---- قومی المیہ

آج پاکستان جن سیاسی، معاشی، تعلیمی دینی اور سماجی مسائل سے دوچار ہے۔ یہ مسائل کسی غیر نے نہیں بلکہ اپنوں نے ہی پیدا کیے ہیں۔ ان کو سلجھانے کیلئے ایک کش مکش جاری ہے۔ جسکی وجہ سے قوم منتشر اور افراط و تفریط کا شکار ہے۔ واضح طور پر دو گروہ مدمقابل نظر آتے ہیں۔ یہی وہ قومی المیہ ہے جس پر پوری سنجیدگی سے غور و فکر کی ضرورت ہے۔

ایک طبقہ جو روشن خیال اعتدال پسند ہونے کا دعوے دار ہے۔ جن کا مطالبہ ہے کہ پاکستان کو بھی روشن خیال اور اعتدال پسند بنایا جائے۔ جدید تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے ماحول سازگار بنایا جائے۔ ایسا معاشرہ تشکیل دیا جائے جس میں اخلاقیات، رہن سہن، میل جول، تہذیب و ثقافت کے پرانے پیمانے تبدیل کیے جائیں ان کی نئی شناخت ہو اور اس میں جدت پسندی نظر آئے روک ٹوک عیب قرار پائے۔ اور پسند ناپسند کو معیار قرار دیا جائے۔

یہ طبقہ اپنی روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا کوئی پیمانہ آج تک مرتب نہ کر سکا۔ کہ کونسی شرائط پوری ہوں۔ تو انسان روشن خیال تصور ہوگا۔ اور کس طرح کا طرز عمل اختیار کرے تو اعتدال پسند نظر آئے گا۔ اس نقطہ نظر کو عام کرنے اور پاکستان کا ترقی یافتہ مستقبل اس سے وابستہ کرنے والوں میں بعض کالم نگار اور مدیران جرائد بھی پیش پیش ہیں۔ اپنی تمام صلاحیتیں صرف کرنے کے باوجود یہ بتانے سے قاصر ہیں کہ اس روشن خیالی کے خدوخال کیا ہیں۔ اور اعتدال پسندی کیا ہے؟ جس سے پاکستان کا تابناک مستقبل وابستہ ہے۔

اب حال ہی میں صدر مملکت نے ایک پریس کانفرنس میں اپنی روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ بسنت بہت اچھی رہی ہے اسکا اہتمام اسلام آباد میں بھی کرنے کا سوچ رہے ہیں۔ جن خواتین نے نیکر پہن کر میراتھن دوڑ میں حصہ لیا تھا اس سے یورپ کو اچھا پیغام ملا ہے۔ اور پاکستان کا امیج بہتر ہوا ہے۔ نیز جو لوگ نیکر میں ملبوس خواتین کو نہیں دیکھنا چاہتے وہ آنکھیں بند کر لیں۔

اس کے ساتھ انتہا پسندوں کی خوب خبر لی ہے بلکہ ملتان میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے اپنا موقف بڑی شدت کے ساتھ بیان کیا اور عوام سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ انتہا پسندوں کو مسترد کر دیں اور اعتدال پسندوں کو ووٹ دیں۔

کیا یہی وہ روشن خیالی اور اعتدال پسندی ہے جسکی دعوت صدر مملکت دے رہے ہیں ہمارے نزدیک یہ انداز اور لب و لہجہ بذات خود انتہا پسندی کے زمرے میں آتا ہے دوسروں کو برداشت نہ کرنا اور زبردستی جبر کے ساتھ اپنی بات منوانا انتہا پسندی نہیں تو اور کیا ہے؟ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ روشن خیال اور اعتدال پسند لوگ وہ ہیں جو صاحب صدر کے ہمنوا اور انکے ایجنڈے کی تکمیل میں معاون و مددگار ہیں اور باقی سارے انتہا پسند۔۔۔۔۔

دوسرے گروہ میں بظاہر دینی و مذہبی جماعتوں کے قائدین اور علماء، دینی مدارس سے متعلقین اساتذہ اور طلبہ شامل ہیں۔ جنہیں روزانہ یہ سند عطا کی جاتی ہے کہ یہ نہ صرف انتہا پسند ہیں بلکہ پاکستان کے روشن مستقبل میں رکاوٹ ہیں۔ مذہب کی آڑ میں اجارہ داری اور حق تلفی کرتے ہیں۔ لوگوں کی آزادی اور حریت کے مخالف ہیں۔ انہیں خوش نہیں دیکھنا چاہتے۔ قدم قدم پر سختی اور پابندی لگاتے ہیں اور یہ سب کچھ اسلام کے نام پر کرتے ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس میں کتنی صداقت ہے اور کون سا طبقہ حق کی بات کرتا ہے۔ یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ اسلام افراط و تفریط کو قطعاً ناپسند کرتا ہے۔ اور اعتدال کی راہ کو اپنانے کی تلقین کرتا ہے۔ کیونکہ یہ دین اعتدال پر مبنی ہے فرمایا:

"وکذلک جعلنا کم امة وسطا" (سورة البقرة ۱۴۳)

ہم نے تمہیں معتدل امت بنایا۔

ایسی امت کس طرح غیر معتدل ہو سکتی ہے؟ اسلام اپنے تمام تر عقائد عبادات، اخلاقیات، معاملات، تجارت، سیاست، معاشرت میں اعتدال پسند ہے اس کو مزید معتدل بنانے کیلئے کسی ترمیم اور اضافے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ یہی وہ صراط مستقیم ہے جسکو آپ ﷺ لیکر آئے جس میں افراط ہے نہ تفریط۔ جس نے اس سے الگ راستہ اختیار کیا وہ آپ ﷺ کے منہج اور بلند مقاصد سے الگ ہو گیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اعتدال پسندی کا اصل مفہوم یہی ہے کہ شریعت کی تمام تعلیمات کو اسکی حقیقی روح کے ساتھ قبول کرلیا جائے کیونکہ شریعت سراپا اعتدال ہے اور وہ انسان کو اعتدال پر رکھتی ہے۔ اس سے الگ ہوکر انسان افراط یا تفریط کا شکار ہوجاتا ہے جو سراسر گمراہی ہے۔

دین اسلام آسانی فراخی، نرمی پیدا کرنے کا نام ہے۔ تنگی اور ترشی کو دور کرتا ہے۔ مشقت اور بلاوجہ ریاضت کا تقاضا نہیں کرتا۔ "**یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (البقرۃ ۱۸۵)** اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی چاہتے ہیں سختی نہیں چاہتے

"**لا اکراہ فی الدین**" (**البقرۃ ۲۵۶**) دین کے معاملے میں زبردستی نہیں
"**وماجعل علیکم فی الدین من حرج**" (**الحج ۷۸**) اور تم پر دین کے معاملے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی۔

شریعت نے تمام معاملات میں آسانی کے پہلو کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابوموسی اشعریؓ کو جب یمن بھیجا تو نصیحت فرمائی "**یسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفروا وتطاوعا ولا تختلفا**" (رواہ بخاری) تم دونوں آسانی پیدا کرنا مشقت میں نہ ڈالنا لوگوں کو بشارت دینا متنفر نہ کرنا۔ آپس میں مل کر معاملہ کرنا اختلاف نہ کرنا۔ اس کے ساتھ آپ ﷺ نے عبادات کے اندر بھی میانہ روی اور اعتدال کو اختیار کرنے کی تلقین کی ہے۔

حضرت معاذ کا وہ مشہور قصہ جس میں آپ کے اہل محلہ نے یہ شکایت کی کہ آپ لمبی نماز پڑھاتے ہیں تو آپ ﷺ نے حضرت معاذ کو طلب کرکے فرمایا:

"**افتان انت یا معاذ**"

اسی طرح آپ ﷺ نے چلہ کشی اور بے فائدہ ریاضت سے منع فرمایا آپ ﷺ نے ایک شخص کو دھوپ میں کھڑے دیکھا تو صحابہ کرام سے پوچھا انہوں نے بتایا کہ اس شخص نے یہ نذر مانی ہے کہ روزہ رکھے گا دھوپ میں کھڑا رہے گا اور کسی سے ہمکلام نہیں ہوگا۔ آپ ﷺ نے جواباً فرمایا "کہ روزہ عبادت ہے لیکن دھوپ میں کھڑے ہونا اور گفتگو نہ کرنا عبادت نہیں ہے۔ اسے سایہ میں بٹھا دو۔ اسی طرح حج کے موقعہ پر آپ ﷺ نے ایک ضعیف آدمی کو دیکھا جو ننگے پاؤں دو آدمیوں کے سہارے پیدل چلا آرہا ہے۔ صحابہ سے پوچھا تو بتایا گیا کہ اس نے پیدل ننگے پاؤں حج کرنے کی نذر مانی ہے آپ ﷺ نے فرمایا حج عبادت ہے لیکن ننگے پاؤں اور پیدل سفر کرنا باعث تکلیف ہے اسے سواری پر بیٹھادو۔

ان واقعات سے واضح ہوتا ہے کہ دین مشقت اور کلفت کا نام نہیں ہے بلکہ عبادت میں بھی آرام اور راحت کا خیال کرتا ہے۔ اعتدال پسندی کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ حق کو باطل کے ساتھ ملا دیا جائے۔ ایمان کو کفر کے ساتھ شامل کردیا جائے۔ اچھے اور عمدہ اخلاق کو ذلت اور برے اخلاق سے جوڑ دیا جائے۔ بلکہ ایسا کہیں بھی کوئی مظہر نظر آئے تو اسے حکمت اور بصیرت کیساتھ روکنا بھی اسلام کا وصف ہے۔ پھر اس امت کو خیرامت کا لقب اسی وجہ سے تو ملا ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیتی ہے اور برائی سے روکتی ہے فرمایا:

"**کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر**" یہ امت کا ایسا وصف ہے جس کا تذکرہ تورات اور انجیل میں بھی کیا گیا ہے "**الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه مكتوبا عندهم فی التوراة والانجیل یامرهم بالمعروف وینهاهم عن المنكر ... (الاعراف ۱۵۷)** لہذا نیکی کی تلقین کرنا اور برائی سے منع کرنا انتہا پسندی میں نہیں آتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بعض چیزیں فطرت میں داخل کردی ہیں جسکا اظہار کیے بغیر انسان نہیں رہ سکتا۔ مثلاً کوئی بچہ آگ کے پاس جائے، اسکو پکڑنے کی کوشش کرے تو قریب کھڑا کوئی بھی آدمی اسکو ایسا کرنے سے ضرور منع کرے گا۔ تاکہ وہ جل نہ جائے۔ اب اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جناب آپ نے بچے کی آزادی میں مداخلت کی ہے۔ اسے کھیلنے کودنے سے منع کیا ہے۔ لہذا تم انتہا پسند ہو۔ ہمارے خیال میں ایسا کہنے والا غلطی پر ہے۔ ایسے ہی وہ لوگ جو کسی بھی برائی میں مبتلا ہیں وہ نادان ہیں جہالت یا کم علمی کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ انکو حقیقت حال سے آگاہ کرنا اور صراط مستقیم اور اعتدال کا راستہ دیکھانا دراصل بھلائی اور خیرخواہی ہے۔

یہ فریضہ تو دراصل حکومت کو ادا کرنا چاہیے۔ اسکا اہتمام خود کرے لیکن جب حکومت اپنے فرائض ادا کرنے میں کوتاہی کرتی ہے بلکہ الٹا خود ایسے کاموں میں ممد ومعاون بنتی ہے۔ اور وسائل فراہم کرتی ہے انہیں تحفظ دیتی ہے تو پھر یہ فریضہ علماء امت پر لازم آتا ہے کہ وہ **امر بالمعروف اور نہی عن المنکر** کا فریضہ سرانجام دیں۔ امت کی صحیح رہنمائی کریں۔ اچھے برے کی تمیز کرائیں۔ حکمت اور بصیرت سے کام لیں۔ خیرامت کا یہ وصف ادا کرنے والوں کو انتہا پسند کہنا کم علمی اور عدم معرفت کا نتیجہ ہے۔

آخر میں ہماری گذارش ہے کہ دونوں فریق از سرنو اسلام کا صحیح مطالعہ فرمائیں اور اعتدال پسندی کا صحیح مفہوم سمجھیں۔ بالخصوص وہ گروہ جو جدت پسندی اور روشن خیالی کی وجہ سے قرآنی علوم اور احادیث مبارکہ کی تعلیم حاصل کرنا نہیں چاہتے اور اس سے اپنی بے نیازی کا اظہار کرتے ہیں اور اسلامی علوم کے ماہرین کو حقارت سے دیکھتے ہیں ان سے مودبانہ گذارش ہے۔ کہ آپ مسلمان ہیں۔ ہمارا سرمایہ افتخار دین اور اسکی تعلیمات ہیں ان کو پڑھ کر دیکھیں کہ وہ کیسے قدم قدم پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہماری رہنمائی کرتا ہے۔اور سلامی علوم کے حاملین سے بھی التماس ہے کہ وہ کسی کو نفرت سے نہ دیکھیں یہ سب آپ کے بھائی ہیں انکو پیار دیں۔شفقت سے پاس بٹھائیں اور بشارتیں سنائیں۔تاکہ آپس میں قربت پیدا ہو اور دین کی اصل منشا پوری ہو۔اور ہم سب مل جل کر ایک صالح معاشرہ قائم کرسکیں۔

صوبائی وزیر تعلیم عمران مسعود کا جراتمندانہ فیصلہ!

آغا خان تعلیمی بورڈ کا قیام دراصل پاکستان کو استعماری قوتوں کے سپرد کرنے کی ایک شاطرانہ چال ہے۔تاکہ وہ اس بورڈ کی آڑ میں وطن عزیز کے تعلیمی اداروں میں الحاد اور لادینیت کو فروغ دیں۔دین بیزار طبقہ جو پہلے ہی اس کا ہمنوا ہے اور جو آغا خان تعلیمی بورڈ کی قصیدہ خوانی کرتے تھکتا نہیں ہے۔اپنی بے غیرتی اور بے حمیتی کی وجہ سے اس بورڈ کے ذریعے ایک نیا کلچر پیدا کرنا چاہتے ہیں۔اس بورڈ کے قیام کے مقاصد نہایت واضح اور دوٹوک ہیں۔وہ ایک ایسا نصاب تعلیم مرتب کریں گے جس پر قومی لیبل تو لگا ہوگا۔لیکن اندورن خانہ وہ اسلامی اور قومی نظریے کے یکسر مخالف ہوگا۔ایسا نظام وضع کریں گے جسکی تکمیل غریب تو کیا عام متوسط طبقہ بھی نہ کرسکے گا۔امتحانی بورڈ محض اسناد یا ڈگریاں جاری کرنے کا ادارہ نہیں ہوگا۔بلکہ امتحانات سے قبل اپنی شرائط پر نصاب اور نظام کی تکمیل کرنے کا تقاضا بھی کرے گا۔یہ کیسا ظلم ہے کہ پورے ملک کی تمام بلند پایہ یونیورسٹیاں عرصہ دراز سے فروغ تعلیم میں اپنا کردار ادا کررہی ہیں اور ان میں نابغہ روزگار ہستیاں، ماہرین تعلیم، اہل دانش اور مفکر درس وتدریس میں مصروف ہیں لیکن ان پر اعتماد کی بجائے ایک ایسے ادارے کو امتحانی بورڈ کا درجہ دیا جارہا ہے جس کی عمر بھی چند سال ہے اور فکری ونظریاتی اعتبار سے یہ لوگ نہ تو اسلام سے وابستہ ہیں اور نہ ہی ملکی نظریاتی اساس کو تسلیم کرتے ہیں۔

انسان کتنا ہی کمزور اور گناہگار کیوں نہ ہو دینی غیرت اور قومی حمیت کا کچھ حصہ اس کے نہاں خانہ میں ضرور ہوتا ہے جو کسی وقت بھی بیدار ہوسکتا ہے اور اسے حق گوئی پر اکسا دیتا ہے خیر سے ہمارے صوبائی وزیر تعلیم میاں عمران مسعود کا تعلق گجرات کے دینی گھرانے سے ہے۔وہ کیونکر اس ظلم عظیم پر خاموش رہ سکتے تھے انہوں نے بروقت اور نہایت جراتمندانہ فیصلہ فرمایا اور کہا کہ صوبہ پنجاب سے کوئی تعلیمی ادارہ آغا خان بورڈ سے الحاق نہیں کرے گا۔ان کے اس بیان سے تمام محب وطن اور دردمند پاکستانیوں نے سکھ کا سانس لیا۔اور خاص کر والدین نے اس پر خوشی کا اظہار کیا۔

اگرچہ وزیر موصوف کے اس بیان پر وفاقی وزیر تعلیم جاوید اشرف قاضی بہت سیخ پا ہوئے اور وزیر اعلی پنجاب سے احتجاج کیا لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ یہ صرف صوبائی وزیر تعلیم کا موقف ہی نہیں بلکہ پاکستان مسلم لیگ (ق) کے سربراہ چودھری شجاعت حسین نے بھی دوٹوک الفاظ میں یہ اعلان کیا کہ ہم اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت دوسروں کے سپرد نہیں کرسکتے۔ہمیں امید ہے کہ وہ اپنے اس قول کو نبھائیں گے۔اور آغا خاں بورڈ کے طرفداروں کو یہ احساس دلائیں گے کہ یہ محض امتحانی بورڈ کا مسئلہ نہیں بلکہ اجتماعی خودکشی کی طرف ایک قدم ہوگا۔لہذا تمام تر امتیازات کے ساتھ آغا خان بورڈ کی فائل ہمیشہ کیلئے بند ہوجانی چاہیے۔اور پاکستانی بچوں کی تعلیم وتربیت کا مسئلہ ان کے بہی خواہوں کے سپرد ہی رہنے دیں۔

کشمیر کی آزادی کا مضحکہ خیز انجام!

کشمیر کی آزادی کیلئے اہل پاکستان بے حد جذباتی اور حساس واقع ہوئے ہیں گذشتہ دوعشروں میں ''جہاد کشمیر'' کی شکل میں اسکا مظاہرہ کرچکے ہیں۔ہزاروں نوجوانوں کی قربانیاں اور اربوں روپے کے فنڈ پیش کیے گئے۔پاکستان میں غربت افلاس کے باوجود لوگوں نے اپنی زکوۃ اور صدقات، فطرانہ، عشر اور چرمہائے قربانی کشمیر فنڈ میں دیے تاکہ کشمیر کی آزادی کا خواب شرمندہ تعبیر ہو۔جہادی تنظیموں کے قائدین بے حد جذباتی تقریریں کرتے رہے اور یہ مژدہ قوم کو سناتے رہے کہ اب تو چند یوم کی بات ہے۔ہندو بنیا گھٹنے ٹیکنے لگا ہے بھارتی فوج بددل ہو چکی ہے۔کشمیر کی آزادی کا سورج طلوع ہونے والا ہے۔

بلکہ ان میں بعض جہادی لیڈر جہاد کے علاوہ کسی دینی کام کو درخور اعتناء نہ سمجھتے تھے۔ان کے نزدیک دینی علوم کی تدریس وقت اور پیسے کے ضیاع کے سوا کچھ نہیں۔حتی کہ امام بخاری پر جملے کستے رہے۔اور شیوخ الحدیث کو بھی مطعون کرتے رہے۔کہ بخاری شریف میں کتاب الجھاد تو پڑھا دیا ہے لیکن خود عملی مظاہرہ نہیں کرتے۔

لیکن گذشتہ دنوں بھارت کے وزیر خارجہ کی اسلام آباد آمد اور پاکستان کے وزیر خارجہ سے دوطرفہ ملاقات میں قوم کو یہ ''خوشخبری'' سنادی گئی کہ سری نگر مظفر آباد دوستی بس سروس کا آغاز 7 اپریل 2005ء سے ہوگا۔اس شرمناک معاہدے کو تاریخی قرار دیا جارہا ہے۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کشمیر کی آزادی کیلئے دوعشروں پر محیط ''جہاد'' کہاں گیا۔ہزاروں نفوس کی قربانیاں اور اربوں روپے دوستی بس سروس کیلئے تھے کتنا مضحکہ خیز انجام ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون

ہم پاکستان کے اہل فکر ودانش اور اصحاب الرائے حضرات سے گذارش کریں گے کہ وہ اس پر روشنی ڈالیں۔اور قوم کو بتائیں کہ بس سروس کے ذریعے آزادی کا سورج کب طلوع ہورہا ہے؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

© rasailojaraid.com